

تو سویرا میرا

ڈاکٹر زوہا آصف

توسویر امیر از زوہا آصف

باب نوم

نوٹ:

اس ناول کے تمام جملہ حقوق رائٹر زوہا آصف کے نام محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد یا ادارے یا دوسری ویب سائیٹ کو رائٹر کی اجازت کے بغیر اس کی اشاعت کا اختیار نہیں۔

ایسا کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

شکریہ

زوہا آصف

ZOHA ASIF

انتساب

ان تمام لوگوں کے نام جو اپنی اندھیروں بھری زندگیوں میں سویرے کی تلاش میں ہیں، روشنی آپ کی منتظر ہے!

ZOHA ASIF

باب نوم؛زندگی کی رونق

"جو عورتیں اپنے آپ کی عزت خود نہیں کرتیں، انہیں یہ معاشرہ اور یہاں کے دقیانوسی سوچ رکھنے والے لوگ زندہ مار دیتے ہیں، اس لئے عورتوں کو ہر میدان فتح کرنا ہے، ان پر لازم ہے کہ وہ خود روٹی بنانا، روٹی کمانا، اور عزت کرنا، عزت کرانا سب کرنا جانتی ہوں، انہیں باؤنڈریز سیٹ کرنا آتی ہوں، اور اپنا حق لینا آتا ہو۔" اس کی باتوں نے لاؤنج میں مکمل طور پر سکوت پھیلا دیا تھا۔

سب گنگ ہو کر اسے سن رہے تھے، یہ وہ چلبلی سی فروہ اسلم تو نہیں تھی، چہرہ وہی تھا مگر انداز بدلا سا تھا، شاید کسی گہرے زخم کا غبار تھا جو باہر نکل رہا تھا۔

ہبہ نے بغیر کچھ کہے اسے آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا تھا۔ فروہ نے بھی اسے اپنی بانہوں میں یوں سمیٹا تھا جیسے اس کی بچھڑی بہن ہو وہ، باقی سب ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا دیے تھے۔

"مجھے معاف کرنا میں نے اس دن آپ سے بدتمیزی کی تھی" وہ اس کے دائیں ہاتھ کو تھامے نرمی سے کہہ رہی تھی" ہبہ نے نم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"کوئی بات نہیں، میں آپ سے خفا نہیں ہوں" اس نے مسکرا کر اسے کہا تھا، بدلے میں فروہ بھی مسکرائی تھی۔

دل پر سے ایک بھاری بوجھ اتر گیا تھا۔ کونے میں کھڑا عماد فروہ کی پیش قدمی دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

وہ اس کی امیدوں پر پورا اتری تھی اور اسے اپنی محبت، اپنے انتخاب پر فخر تھا۔

☆☆☆☆☆

"چلو صفا تم نے ہی بڑے بڑے دعوے کیے تھے، آگے بڑھو" مروہ نے اسے موٹیوشن دینی چاہی مگر بے سود رہی۔ وہ طلال کے دروازے کے باہر جہاں کھڑی تھی وہاں جوں کی توں موجود رہی۔

"تم قدم بڑھاؤ سپاہی ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" عماد نے آگے ہو کر سیلیوٹ کرتے ہوئے صفا کو دیکھتے کہا تھا جس نے اس کے یوں کہنے پر ایسے گھور کر دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کچا چبا کر کھا جاؤں گی۔

"ارے کیا ہوا صفا بہن؟ نکل گئی ساری ہوا؟" عدیل نے بھی اس کا تمسخر اڑایا تھا۔

"کم آن صفا اتنی تو بزدل نہیں تھی تم" فروہ کے الفاظ آخری نشتر کی طرح لگے تھے جس کے بعد اس کے پاس دو ہی راستے بچے تھے، یا عزت کرواتی یا بچاتی۔

اس نے دوسرا آپشن چوز کیا تھا۔

اور اب وہ طلال کے کمرے کے عین وسط میں کھڑی تھی۔ وہ اس کے سامنے کافی چیئر پر بیٹھا تھا، طلال کی گہری سنجیدہ نظریں خود پر مرکوز دیکھ کر اس کی رہی سہی ہمت بھی رخصت ہو رہی تھی۔

"طلال بھائی وہ۔۔ میں۔۔ اُم۔۔" اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

"جی صفا بتاؤ کیا بات ہے؟" اس نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"وہ مروہ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہے" اس نے گھبراتے ہوئے سارا ملبہ دروازے کے کونے سے اندر جھانکتی مروہ کے سر پر ڈال دیا۔ اپنا نام سن کر مروہ نے اسے خونخوار تیوروں سے گھورا۔

"کہاں ہے مروہ؟" وہ سمجھتے ہوئے سر ہلانے لگا۔

اسی لمحے عدیل کے دھکہ دینے پر وہ طلال کے کمرے میں داخل کی گئی تھی۔ دھکہ اتنا برا تھا کہ وہ گرتے گرتے بچی تھی۔ اس سے پہلے وہ عدیل کو سناتی، اس کے ذہن نے کام کیا اور اسے احساس دلایا کہ وہ بلی کا بکڑا میر امطلب بکڑی بنائی جا چکی ہے۔

"مروہ آپ کو مجھ سے کوئی بات کرنی تھی؟" طلال کی نگاہوں کا رخ مروہ کی جانب ہوا تھا۔

"میں۔۔نے؟" وہ ہکلاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

طلال اب دونوں کو سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

"ان دونوں سے کچھ نہیں ہو گا۔ میں دیکھتا ہوں" عدیل نے شرٹ کی آستین کہنیوں تک فولڈ کیں اور عماد کو تھمز اپ کرتا اندر گھس گیا۔

"ہاں ہاں دیکھتے ہیں" دروازے کے پیچھے چھپی فروہ نے منہ بگاڑا۔

کمرے میں جاتے ہی عدیل کی بولتی بند ہوتے دیکھ، عماد اور فروہ کی نگاہیں ملیں، مگر زیادہ دیر ارتکاز برقرار نہ ہوا اور وہ دونوں رخ موڑ گئے،

فروہ کے جانے کے پندرہ سیکنڈ کے بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو مسکرائے بنا نہ رہ سکا، اس کے اندازے کے عین مطابق وہ چاروں وہاں سر جھکائے کھڑے تھے اور طلال بظاہر سنجیدگی مگر محظوظ ہو کر انہیں دیکھ رہا تھا۔

اسے آتا دیکھ وہ بول پڑا۔

"آؤ عماد۔۔اب میں، وہ، آپ سے آگے کی بات کرنا میں ان چاروں سے یہی چار لفظ سن کر بور ہو گیا ہوں" وہ محظوظ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"وہ کیا ہے نا بھائی، ہم سوچ رہے تھے کہ کیوں نا ہم اس ویک اینڈ کہیں گھوم پھر آئیں۔کافی عرصہ ہوا سب مل کر کہیں نہیں گئے" عماد کے حد درجہ نارمل انداز پر سب نے اسے یوں گھورا تھا جیسے تلاش کر رہے ہوں کونسی آسمانی قوت اسے اتنی ہمت دے رہی تھی۔

"کہاں جانے کا پلان کر رہے ہو تم سب؟" وہ سر ہلاتے ٹھوڑی کھجاتے پوچھ رہا تھا۔

"زیادہ کہیں نہیں، بس اندرون لاہور" عماد نے نارمل انداز میں کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے ہو آؤ، اس میں اتنا گھبرانے یا پوچھنے کی کیا بات تھی؟"

"وہ بس ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔۔" عماد نے بتیسی دکھاتے کہا تھا، اور اس کے پورے بتیس دانتوں کی نمائش دیکھ کر طلال کو اب واقعاً کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔

"کیا کارستانی کی ہے اب تم لوگوں نے؟" طلال نے ان سب کو باری باری دیکھا تھا۔

"کچھ بھی تو نہیں طلال بھائی" وہ سب یک زبان بولے۔

"پھر معاملہ کیا ہے؟ کیا چھوٹا سا مسئلہ ہے؟" گھورنے کی باری اب طلال کی تھی۔

"وہ ہم چاہتے ہیں کہ ہبہ باجی کو بھی ساتھ لے چلیں وہ بھی ہمارے ساتھ انجوائے کر لیں گی" اس بار ہمت مروہ نے دکھائی تھی۔

طلال کے چہرے کے زاویے فوراً تبدیل ہوئے۔

"کیا کہا آپ نے؟" طلال مارے حیرت کے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"جی طلال بھائی ہم انہیں بھی ساتھ لے کر جانا چاہتے ہیں" صفا کی کنفرمیشن پر وہ مزید الجھن کا شکار ہوا تھا، ایک وہ وقت تھا کہ وہ سب ہبہ کو چین سے رہنے نہیں دیتے تھے اور اب یہ وقت آیا تھا کہ اس کے بغیر کہیں جانا نہیں چاہتے تھے۔

"مگر کیوں؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"کیونکہ وہ ہمارا اتنا خیال رکھتی ہیں" مروہ کے منہ سے پھسلا۔

"اہاں؟"

"جی انہوں نے مجھے میکرونی بھی بنا کر دی تھی" صفا کے اتنے بڑے انکشاف پر اس کے لئے مسکراہٹ روکنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہو گیا۔

"اور کیا کیا ہے انہوں نے جو تم سب اتنے گرویدہ ہو گئے ہو ان کے؟" طلال دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"وہ میری سٹڈیز میں ہیلپ کرتی ہیں" مروہ نے کہا۔

"وہ میرے لئے مزے کی ڈشز بنا دیتی ہیں" صفا کی دلیل۔

"وہ بہت اچھی ہیں" فروہ اور عدیل کا جواب۔

"وہ میری بہن ہیں" عماد کے جواب پر سب نے اسے مڑ کر دیکھا تھا خصوصاً فروہ نے۔

اس کے لئے وہاں کھڑے رہنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ ایک پل میں کتنے احساسات تھے جو اس نے محسوس کیے تھے، شاک، حیرت، گلٹ، درد، اور شرمندگی۔

"اچھا ٹھیک ہے مگر ان سے پوچھ لینا اپنا حکم مت جاری کر دینا ان پر" وہ ہلکی مسکراہٹ لیے کہہ رہا تھا۔

"یے!" ان سب نے مارے جوش کے چیخ ماری تھی۔

"اور ہاں" طلال کی سخت آواز پر سب نے خاموش ہو کر اسے دیکھا۔

"ان کے ساتھ وہاں کسی قسم کا پرینک الاؤڈ نہیں ہے۔ سمجھ گئے؟" وہ متانت سے کہہ رہا تھا، لہجے میں اس کے لئے فکر نمایاں تھی۔

"اوکے!!!" وہ جوش سے کہتے ہوٹنگ کرتے وہاں سے بھاگے تھے، وہ جانتا تھا ان سب کا رخ اب ہبہ کی جانب تھا، اسے یہ خوشخبری سنانے کے لئے، وہ بس ان کی بچگانہ حرکتیں دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ اپنے دھیان خالدہ کو کھانا کھلا کر کمرے سے نکلی تھی، ہاتھوں میں تھامی ٹرے اسے احتیاط سے چلنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس نے باورچی خانے میں جا کر ٹرے رکھی اور پانی گلاس میں ڈال کر پینے لگی۔

ایک دم سے باورچی خانے کے خاموش ماحول میں شور و شرابے کی آوازیں آنے لگیں، وہ جان گئی کہ یہ آفت گینگ کے آنے کا عندیہ ہے اور یہ کہ یہاں کے سکون ابھی آفت مچنے والی ہے۔

"ہبہ باجی!!!!" وہ سب پر جوش چیختے چلاتے وہاں پہنچے تھے، ان سب کی کوشش تھی کہ سب سے پہلے وہ ہبہ کو خوشخبری سنائیں۔

"جی؟؟؟؟" وہ بھی انہیں کی طرح جوش میں آ کر بولی تھی۔

"ہم نے طلال بھائی کو منالیا" وہ سب خوش ہو کر بولے تھے۔ ہبہ جانے کا سن کر خوش ہوتی یا نہیں ان سب کے چہرے پر چھائی خوشی اور ایکسائٹمنٹ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

ZOHA ASIF

"یے!!!" وہ اسے کیچن سے باہر کھینچ کر گول گول گھوم رہے تھے، ان کی خوشی اور جوش کا انداز نرالا تھا، ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے، دائرے میں گھومتے وہ کوئی سکول کے بچے معلوم ہوتے تھے جو خوشی اور ایکسائٹمنٹ میں کہیں سے بھی کالج یا یونیورسٹی سٹوڈنٹ نہیں لگ رہے تھے۔

ہبہ بھی ان کا لاابالی پن دیکھ کر ہنس پڑی تھی، ایسی خوبصورت ہنسی کے سامنے دائیں جانب بنی سیڑھیوں میں موجود طلال بخاری کا دل چاہا یہ لڑکی ہمیشہ ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہے، اس بات سے بے خبر کہ قسمت ان کے لئے کیا امتحان لیے کھڑی تھی اور ان کی یہ مسکراہٹیں کب تک ایسے ہی قائم رہنے والی تھیں۔

☆☆☆☆☆

کمرے میں ہر سو اندھیرا پھیلا ہوا تھا ایسے میں وہ لڑکی نڈھال قدم اٹھاتے کمرے میں رکھے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی، چہرے پر وحشت کے آثار موجود تھے۔

اس نے پاس پڑی تار کے ساتھ لٹکتا بٹن آن کر دیا، پلک جھپکتے ہی شیشے کے چاروں اطراف لگے بلب جگمگا اٹھے، ان سے نارنجی رنگ کی روشنی پھوٹ رہی تھی جو فروہ کے چہرے کی زردی کو مزید خوفناک بنا رہی تھی۔

وہ گم سم کیفیت میں ٹکٹکی باندھے شیشے کو دیکھتی جا رہی تھی۔

"یہ میں نے کیا کیا؟" وہ اپنے آپ سے مخاطب تھی۔

"اس انسان کے کردار پر انگلی اٹھائی جس نے مجھے ایک لمبے عرصے کے بعد عزت و تحفظ کا احساس دیا تھا؟" وہ شیشے کی جانب دیکھتے سرگوشی نما لہجے میں بولی۔

"کیوں ہو گئی تھی میں جذبات میں اتنی پاگل؟" اب کی بار سوال تھوڑی بلند آواز میں ہوا۔

اس نے مٹھیاں بھینچیں۔ لمبے لمبے سانس لے کر اندر کے غم کو باہر انڈیلنا چاہا۔

دل تھا کہ پسلیوں کی حد توڑ کر باہر آنے کو بے تاب ہوا جا رہا تھا، اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے جو کیا تھا وہ غلط کیا تھا مگر۔۔ اسے اب سب صحیح کرنا تھا۔۔ وہ ایک غلط فہمی کی بنا پر اپنی زندگی کے سب سے خاص انسان کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

آن کی آن میں وہ آگے بڑھی اور کمرے سے باہر نکلی۔ اس کا رخ لان کی جانب تھا، وہ جانتی تھی وہ اس وقت چہل قدمی کر رہا ہو گا، اس کے اندازے کے عین مطابق وہ وہیں تھا کانوں میں ائیر فونز لگائے لان میں ٹہلتے ہوئے۔

"عماد؟" اس نے وہاں پہنچ کر اسے آواز دی۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جس کا تنفس تیزی سے آنے کے باعث پھول چکا تھا۔

عماد نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"میں وہ۔۔" ایک بار پھر الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے، سمجھ نہیں آیا کیا کہے اور کیسے کہے؟

اس بار عماد نے سنجیدہ نگاہوں کے ساتھ ساتھ ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔ "معاملہ کیا ہے؟"

"وہ میں۔۔ ہبہ۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔۔ تم اسے بہن سمجھتے ہو" ہکلاتے ہوئے بات مکمل کی گئی تھی، مقابل جیسے اس کی بات سن کر محظوظ ہوا تھا۔

"تو؟" سرد لہجے میں دیا گیا یک لفظی جواب۔

فروہ کی ٹانگوں سے جان جاتی رہی۔

"تو۔۔ اُم۔۔" اس نے سوکھے لبوں پر زبان پھیری۔

عماد کی سوالیہ نگاہیں اسی کی الجھن بھرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"مجھے معاف کر دو؟" منت بھرا لہجہ اپنایا گیا تھا۔

"اگر میں انہیں بہن نہ مانتا ہوتا پھر تم کیا کرتی؟ پھر بھی کسی کمزور لڑکی کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صورت تم میرے کردار پر انگلی اٹھا دیتی؟ بغیر کسی دلیل کے کیا تم مجھے اتنا گرا ہوا انسان کہتی جیسے تم نے اس دن کہا تھا؟" عماد کے سوال پر جیسے فروہ کے جسم سے سارا خون نچڑا جا چکا تھا، اس کے پاس کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا۔

"میں۔۔ اپنی کوئی صفائی نہیں پیش کر رہی، میں نے جو کیا غلط کیا۔۔ مگر میں اب اپنی غلطی کی درستگی کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے ایک موقع اور دے دو" فروہ نے سماجت کرتے ہوئے کہا تھا، دل ایک بار پھر اسے مجبور کر رہا تھا۔

"زندگی ہر بار آپ کو نئی شروعات کے موقع نہیں دیتی، اس لئے کچھ معاملات میں خصوصاً دل کے معاملات میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے" اس کی فلسفانہ بات پر اسے گہری چُپ لگ گئی تھی۔

"مگر۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسے مزید وضاحت کا موقع دیے بغیر عماد ایک دھیمی مسکراہٹ سے اسے دیکھتا وہاں سے چل دیا تھا۔ وہ بے بسی سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

جذبات کی شدت سے اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو رہا تھا، اس نے کمرے میں آ کر اپنا دوپٹہ کھینچ کر بیڈ میں پھینکا تھا اور دھپ سے بیڈ پر بیٹھی تھی، مانو جسم کی ساری ہمت جیسے ایک لمحے میں ختم ہوئی ہو۔

ذہن میں سوچوں کا بھنور تھا جو اسے چین سے نہیں رہنے دے رہا تھا۔

"کیا میں ایک اور موقع ڈیسرو نہیں کرتی تھی؟" اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

بے چینی کی وجہ سے وہ کمرے میں چکر کاٹنے لگی تھی۔

"غلطی تو کسی بھی انسان سے ہو سکتی ہے پھر اسے ان غلطیوں کی اتنی بڑی سزا کیوں دی جاتی ہے؟ کیوں بعض غلطیوں پر انسان سے انسان ہونے کا ہی مارجن چھین لیا جاتا ہے؟" تکلیف کی شدت سے اس کا دل پھٹنے کے بے تاب تھا۔

تو کیا واقعی ایک معمولی سی غلط فہمی کے باعث وہ اسے کھو چکی تھی؟

غلط فہمی بے شک معمولی ہو، اس پر کیا گیا اس کا ردِ عمل معمولی نہیں تھا کسی کے کردار پر اتنی بڑی بات کر دینا معمولی نہیں ہوتا۔ وہ واپس اس شیشے کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟" وہ سامنے لگے شیشے پر نگاہیں گاڑے گم سم سی بولی۔

"میں نے جو بھی کیا غلط فہمی میں کیا، جذبات کی شدت میں کیا، جلن اور حسد میں کیا، میں مانتی ہوں یہ کسی بھی طرح جسٹیفائیڈ نہیں ہے مگر۔۔ تم تو جانتے تھے نا؟ تم تو جانتے تھے کہ میں ایسی نہیں ہوں، میں اتنی بری نہیں ہوں۔۔" اس نے گال پر بہنے والے متواتر آنسو بے رحمی سے صاف کیے تھے۔

"میں نے غلطی مانی، معافی بھی مانگی پر تم نے کیا کیا؟" فروہ نے مارے غم و غصے کے شیشے کے ٹیبل پر رکھی پرفیوم کی بوٹلز نیچے گرا دی تھیں۔

"تم نے میرا دل توڑ دیا" وہ سرخ آنکھوں سے خود کو دیکھتے بول رہی تھی۔ اس کی کیفیت ہذیانی ہو رہی تھی۔

زندگی کے اصل خسارے تب شروع ہوتے ہیں جب ہم اپنی غلطیوں کی ذمہ داری اٹھانے کی بجائے دوسروں کے کندھے پر ان کا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ اور یہی خسارہ شاید اب فروہ کے حصے آنے والا تھا۔

"میں نے تمہیں اپنے دل کے اس مقام پر جگہ دی جہاں آج تک کسی اور مرد کی رسائی نہیں تھی مگر تم نے کیا کیا؟

تم نے میرا مان، میری محبت اور میری چاہت کی دھجیاں بکھیر دیں عماد۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی، کبھی نہیں۔" اس نے خود کو رونے سے نہیں روکا، تکلیف ہو رہی تھی تو اس تکلیف کو محسوس کر لینے دیا۔

ہاں اسے اذیت ہو رہی تھی مگر وہ اس سے بھاگی نہیں تھی، اسے ایکسیپٹ کیا تھا۔

اور پھر سر اٹھا کر کھڑی ہوئی تھی۔ دوبارہ سے ہمت جمع کی تھی، وہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھی، وہ زخمی کر کے ہرا دینے والوں میں سے تھی۔

وہ فروہ اسلم تھی جس سے اس کے خون کے رشتے بھی زیادتی کرنے سے خوف کھاتے تھے۔

اس کے دماغ پر شیطان حاوی ہوا تھا، محبت دور کسی کونے میں سسک رہی تھی، اسے اس نے زنجیروں سے قید کر کے ایک کونے پر باندھ دیا تھا، اب دل میں تھا تو جنون اس سے اپنی اہانت کا بدلہ لینے کا، اپنی اذیت کا حساب لینے کا۔

مگر وہ نادان شاید یہ نہیں جانتی تھی کہ قسمت اسے اسی جنون اور بدلے کی آگ سے آزمانے والی تھی۔

☆☆☆☆☆

رات کا گہرا سایہ پھیل چکا تھا ایسے میں وہ اپنے روٹین کے کام مکمل کر کے بستر پر آ لیٹا تھا، تھکاوٹ سے جسم چور تھا مگر آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

دماغ سے صبح ہوا ناگوار واقعہ ہٹ ہی نہیں رہا تھا وہ جتنا اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا اتنا ہی اس کی سوچیں بار بار اسی طرف جا رہی تھیں۔

اس نے ایک بار پھر کروٹ لے کر سونے کی کوشش کی مگر ذہن کے پردوں پر صبح کی ریل چلنے لگی۔

اسے آفس پہنچے ایک آدھ گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ اس کی سیکرٹری نے کسی خاص مہمان کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

اس نے تعجب سے اسے اندر بھیجنے کی اجازت دی، کچھ ثانیوں بعد وہ اندر آتی دکھائی دی۔

اسے اور اس کا حلیہ دیکھ کر طلال کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ وہ ہما تھی، جو پیلے رنگ کے سلیولس شارٹ شرٹ اور سیاہ ٹائٹ جینز پہن رکھی تھیں جو گھٹنوں اور جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی (رِپڈ جینز)۔ بے بی کٹ بال ویسے ہی تھے مگر چہرے پر آج معمول سے ہٹ کر بولڈ میک اپ کیا گیا تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" طلال کے لب و لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

"میں تم سے ملنے آئی تھی، گھر پر تو تم ٹائم نہیں دیتے" وہ بے تکلفی سے کہتے ہوئے طلال کے ٹیبل کے آگے رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے ہما؟ آپ کو کوئی ضروری بات کرنی تھی تو گھر پر ہی کر لیتیں، یہاں اس طرح آنے کی کیا ضرورت تھی؟" طلال اب متعجب ہو کر اسے دیکھ رہا تھا، اسے اس کے یہاں آنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔

"ضروری ہی تو بات ہے جانِ من" وہ ٹیبل پر دونوں کہنیاں رکھ کر تھوڑا آگے کو کھسکی تھی۔

"سیدھی بات کریں، کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟" اس کے لہجے میں وہی مخصوص ٹھہراؤ تھا جو ہمیشہ ہوا کرتا تھا۔

"طلال تمہیں یاد ہو گا میں نے یونیورسٹی میں بھی تم سے ایک بات کی تھی مگر تب تم نے سنجیدگی سے نہیں لی تھی، اور آج پھر میں وہی بات دہرانے آئی ہوں، میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ ہم دونوں شادی کر لیں" ہما نے بڑی دیدہ دلیری سے اپنی بات مکمل کی تھی۔

ZOHA ASIF

اس کے اس انکشاف پر طلال کے چہرے کا رنگ بھک سے اڑا تھا۔ وہ اس سے ایسی کسی حرکت کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ شدید شاک کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"اور کتنی بار سنو گے تم میرا اعترافِ محبت؟" اس کے انداز سے طلال کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔

"دیکھیں ہما، میں آپ کے لئے نہ پہلے کوئی جذبات رکھتا تھا اور نہ آج میرے دل میں آپ کے لئے سوائے احترام کے کچھ ہے، لیکن اگر آپ ایسی حرکتیں کریں گی تو اس احترام سے بھی جائیں گی" طلال نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"پر طلال؟" اپنی اہانت کے احساس سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"پلیز آپ کو آپ کا جواب مل چکا ہے، اب آپ جا سکتی ہیں" طلال کی دماغی کوفت اب اس کے چہرے کی بیزاری سے دکھنے لگی تھی۔

"آئی کینٹ بیلیو دس" مارے ضبط کے اس کی آواز اونچی ہوتی جا رہی تھی۔

"ہما میں اپنے آفس میں کسی طرح کا تماشہ نہیں چاہتا، آپ کے سوال کا جواب آپ کو میں دے چکا ہوں، اس لئے پلیز یہ بات یہیں ختم کریں" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تم مجھے ریجیکٹ کر رہے ہو؟" اس کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ طلال بمشکل سن پایا تھا۔ وہ چند پل یوں ہی بغیر کچھ کہے طلال کو دیکھنے لگی۔ طلال کی کوفت بڑھتی جا رہی تھی۔

"یہ سب تم اس دو کوڑی کی لڑکی کے لئے کر رہے ہو نا؟ یونی میں بھی تم نے کبھی مجھے سیریس نہیں لیا اور آج بھی اتنے سال بعد بھی تم مجھے یوں ریجیکٹ کر رہے ہو؟" جذبات میں اس کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔

"ایکس کیوز می؟" طلال کا جبڑا تن گیا تھا۔

"تم اس لڑکی کے لئے کیسے مجھے ٹھکرا سکتے ہو؟ حیثیت کیا ہے اس کی؟ ایک معمولی سی نرس؟" وہ غصے سے چیختے ہوئے بولی تھی۔ طلال نے ضبط سے اسے دیکھا تھا وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو کیے ہوئے تھا۔

"اس معمولی سی نرس کی یہ حیثیت ہے کہ وہ میرے دل کا سکون ہے، وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور وہ میری تاریک زندگی میں روشن چمکتا ستارہ ہے، وہ میرا سویرا ہے" اس کے دلنشین لہجے اور مسکراتے لبوں سے کہی گئی بات پر وہ بُت بن گئی تھی، کہنے سننے کی ساری طاقتیں سلب کر لی گئیں تھیں۔

وہ بنا کچھ کہے اٹھی اور اپنا بیگ اٹھا کر بغیر کچھ کہے اس کے آفس سے نکلتی چلی گئی تھی۔ پیچھے سے طلال بس لمبا سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

یک دم کھڑکی پر گرنے والے بارش کے قطروں نے اسے صبح ہوئے واقعے سے باہر نکالا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس نے ٹھیک کیا تھا، مگر جب سے اس نے عماد سے آج کا احوال جانا تھا، اس کے دل میں پیدا ہونے والی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہر حال میں ہبہ سے ہما کی بد تمیزی کی معافی مانگے گا۔

☆☆☆☆☆

یہ اگلے دن کی شام کا منظر تھا جب عماد کے بلانے پر وہ سبھی تقریباً بھاگتے ہوئے خالدہ بخاری کے کمرے میں پہنچے تھے۔

سامنے کا منظر دیکھ کر طلال کو دیوار کا سہارا لینا پڑا تھا۔ اور ہبہ کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔۔

ان دونوں کے سامنے خالدہ بخاری اپنے واکر کے سہارے اپنے قدموں پر کھڑی تھیں۔

یہ منظر کسی خوبصورت خواب سے کم نہ تھا۔

طلال آگے بڑھ کر ماں کے قریب گیا تھا۔ ان کو شانوں سے تھام کر سہارا دیا تھا۔

دوسری جانب سے عماد انہیں تھامے ہوا تھا۔ باقی سب آفت گینگ بھی ان کے پاس موجود تھی۔

ہبہ سمیت سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

وہ طلال اور عماد کے سہارے کمرے میں ایک چکر لگا رہی تھیں۔اس منظر کا سبھی کو بہت عرصے سے انتظار تھا۔

کمرے کا چکر خود کاٹ کر اب طلال انہیں بیڈ پر بٹھا رہا تھا۔

ایک دم سے انہیں زیادہ چلنے پھرنے سے ہبہ نے منع کیا تھا۔

لیکن یہ تبدیلی بھی بہت اچھی تھی۔ان کی ٹریٹمنٹ کے بعد ان کی دل سے کی جانے والی خدمت کے باعث اب وہ اس قابل ہوئی تھیں۔بالکل ساکت وجود سے تھوڑی بہت جنبش ہونا بھی بہت خوش آئندہ بات تھی۔

سب لوگ خالدہ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ہبہ بھی ایک سائیڈ پر کھڑی خالص جذبات کا یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

"ہبہ باجی تھینک یو۔۔آپ نہ ہوتیں تو آج ماما کو ہم دوبارہ چلتے نہ دیکھ پاتے"عماد اس کے پاس آیا تھا،نم آنکھوں اور تشکر آمیز لہجے میں کہتا وہ اسے کوئی چھوٹا بچہ ہی لگا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے،یہ اللہ کا کرم ہے اور اس کے بعد میرے اور مس ہما کی محنت"وہ بھی نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔ہما کی بدتمیزی کرنے کے بعد بھی وہ اسے کریڈٹ دے رہی تھی یہ سن کر کمرے میں موجود سب لوگوں کو جھٹکا لگا تھا۔

"ہبہ باجی کیسے کر لیتی ہیں آپ یہ؟"وہ فرطِ جذبات سے جملہ مکمل نہ کر پایا۔

"کیا"وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اتنی وسعتِ قلبی؟اتنی زیادہ؟کہ جس نے آپ کے کریکٹر پر کیچڑ اچھالا آپ اسے بھی کریڈٹ دے رہی ہیں؟"عماد نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

ZOHA ASIF

"جو اس نے کیا وہ اس کا ظرف تھا، اور جو میں کر رہی ہوں وہ میرا ظرف ہے عماد بھائی۔" اس نے مسکرا کر کہا تھا اور سب کے دلوں میں اپنی ایک خاص اور مضبوط جگہ بنا کر وہ بڑی آسانی سے اس فیملی کو سپیس دیتی وہاں سے باہر آ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی جانب ڈھلنے لگا تھا، اور اس کی سنہری مدہم کرنیں فروہ کے چہرے پر پڑ رہی تھیں جس سے اس کی پہلے سے روشن بھوری آنکھیں مزید چمکدار محسوس ہونے لگی تھیں۔ وہ چائے کا کپ تھامے وہاں بیٹھی پھولوں کو تک رہی تھی جب اسے اپنے پاس قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے انعم کھڑی تھیں، چہرے کے تاثرات ہمیشہ کی طرح بگڑے ہوئے تھے۔

"تو تم نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے لڑکی؟" وہ اسے سنجیدگی سے دیکھتے کہہ رہی تھیں، فروہ ان کی بات سن کر مسکرانے لگی،

انعم تعجب سے اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے اس کا دماغی توازن بگڑ گیا تھا جبھی تو دھمکی پر مسکرا رہی تھی۔

"نہیں میں نے کسی اور کے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے" وہ دائیں ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ کے کنارے بائیں ہاتھ کی انگلیاں پھیرتے گم سم لہجے میں بولی تھی۔ اس کا غیر معمولی انداز دیکھ کر انعم وہیں پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔

"تم ہوش میں تو ہو؟ کیا کہہ رہی ہو؟" وہ واقعی حیرت زدہ تھیں۔

"آپ فکر نہ کریں خالہ جان، اب سانپ بھی مرے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی" فروہ نے پرسکون لہجے میں کہتے انعم کو دیکھا تھا، جس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ کر وہ مسکرائی تھی۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا چل رہا ہے دماغ میں؟" انعم نے اپنی دماغی الجھن اس سے چھپانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"بس آپ دیکھتی جایئے۔" وہ انہیں حیرتوں کے سمندر میں غوطا کھاتے چھوڑ کر کپ اٹھاتی اندر بڑھ گئی تھی جبکہ وہ شش و پنج میں مبتلا لان میں رکھی اس کرسی میں کتنی ہی دیر بیٹھی رہی تھیں۔ کچھ تو تھا جو اس جنونی لڑکی نے سوچ رکھا تھا اور کافی دیر سوچنے کے بعد بھی جب ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو انہوں نے سر جھٹکا اور آگے بڑھ گئیں۔

ان کا مقصد پورا ہو رہا تھا، انہیں اور کیا چاہیے تھا؟

اب اس مقصد کے حصول کے لئے ان کا پیادہ کوئی بھی راستہ چنے انہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

پڑتا تھا تو بس مقصد کے حاصل ہو جانے سے۔

☆☆☆☆☆

صبح کی ہلکی خنکی ہوا میں گھلی تھی، آسمان پر بادلوں کے ہلکے سرمئی ٹکڑے یوں تیر رہے تھے جیسے بارش کا پیغام لائے ہوں۔ ہوا میں مٹی کی سوندھی خوشبو رچنے لگی تھی، اور پرندوں کی چہچہاہٹ میں بھی ایک عجیب سی جلدی تھی، جیسے وہ برسنے سے پہلے پہلے اپنے بسیروں کو لوٹ جانا چاہتے ہوں۔ دور افق پر روشنی مدھم اور دھندلی سی تھی، جیسے سورج بھی بادلوں کی اوٹ میں چھپ کر بارش کا انتظار کر رہا ہو۔ ایسے میں بخاری ولا کے سبھی مرد نک سک سے تیار لاؤنج میں کھڑے تھے۔ اور خواتین کے باہر آجانے کا انتظار کر رہے تھے۔

عماد نے آف وائٹ شلوار قمیض پر براؤن شال، عدیل نے کتھے رنگ کی شلوار قمیض پر کریم رنگ شال پہن رکھی تھی، وہ بار بار کلائیوں پر بندھی گھڑیوں کی سوئیاں دیکھتے، پہلے سے زیادہ کوفت میں مبتلا ہوتے اور ایک آواز ان تین لڑکیوں کو لگاتے جو باہر ہی نہیں آ رہی تھیں۔

یک دم ان کا ازلی انتظار ختم ہوا اور وہ تینوں آتی دکھائیں دیں۔

مروہ اور صفا نے گلابی اور نارنجی لانگ فراک پہن رکھی تھیں، بالوں کو کرل کر کے پیچھا چھوڑے وہ دونوں کوئی مومی گڑیا لگ رہی تھیں۔ اس کے بعد سرخ رنگ کی گھیر دار فراک اور نیچے سرخ ہی چوڑی پاجامہ پہنے فروہ دکھائی دی تھی۔

اسی آن بخاری ولا کا مین گیٹ کھلا تھا، وہاں سے سیاہ رنگ کی خوبصورت پیروں تک آتی لانگ فراک پہنے بالوں کو سیدھا کر کے آگے کیے، ہلکے پھلکے میک اپ میں ہبہ داخل ہوئی تھی، اسے یوں اس طرح سے دیکھ کر سب نے ہوٹنگ کی تھی، وہ جھینپ کر انہیں دیکھنے لگی، ان سب سے ہوتے جب نظریں سیاہ ہی شلوار قمیض اور اس پر ہلکے بھورے رنگ کی شال لیے پروقار شخصیت کے مالک طلال بخاری کو کھڑا دیکھا جو چہرے کا رنگ مزید سرخ ہو گیا۔

اس کے چہرے پر حیا سے بدلتے رنگ دیکھ کر ان سبھی نے اس کی نظروں کی سیدھ میں دیکھا تھا جہاں طلال بخاری بھی انہی سب کی طرح کہیں جانے کو تیار کھڑا تھا۔ سب کا منہ حیرت سے پورا کھل گیا تھا۔

"طل۔ طلال بھائی؟" وہ سب ایک ساتھ چیخے۔

"کیوں میں تم سب کے ساتھ اندرون لاہور دیکھنے نہیں جا سکتا؟" وہ ہبہ کو گہری نظروں سے دیکھتے بولا تھا۔

"جا سکتے ہیں بالکل جا سکتے ہیں، مگر آج یہ عنایت کیسی؟" عماد پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔

"بس۔۔ آج دل چاہا۔۔ کہ میں بھی زندگی جی لوں" وہ ہبہ کے خوبصورت سراپے کو تکتا سرگوشی میں بولا تھا،

"کیا کہا؟" عماد اس کے عین سامنے جا کھڑا ہوا، یوں کہ اس کی نظروں کے سامنے اب اس کا بھائی تھا اس کی محبوبہ نہیں، اس نے لب بھینچ کر عماد کو دیکھا جس کی آنکھوں میں واضح شرارت کی چمک تھی۔

"چلیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"ظاہر ہے" وہ منہ بگاڑ کر کہتا اپنی لینڈ کروزر نکالنے لگا۔ اس کے پیچھے عماد نے اپنی سفید کورولا نکالی تھی۔

☆☆☆☆☆

موسم آج ضرورت سے زیادہ حسین تھا یا شاید پسندیدہ انسان کی موجودگی سے ویسے ہی اسے ہر چیز خوبصورت لگنے لگی تھی۔وہ احتیاط سے ڈرائیو کر رہا تھا،اس کے ساتھ پسینجر سیٹ پر مروہ بیٹھی تھی،اس کے عین پیچھے کی سیٹ میں ہبہ جبکہ اس کے ساتھ صفا بیٹھی تھیں،عماد کی گاڑی میں عدیل اور فروہ تھے۔

"طلال بھائی کچھ چلا ہی دیں بوریت ہو رہی ہے خود تو آپ کوئی بات بھی نہیں کرتے" مروہ کے منہ بسور کر کہنے پر طلال ہنس دیا تھا،اور میوزک پلئیر آن کر دیا۔

"تمہاری بڑی زبان چل رہی ہے سپون" صفا نے منہ بگاڑ کر کہا تھا۔غصہ تو اس بات کا تھا کہ اسے طلال کے ساتھ آگے بیٹھنا تھا مگر مروہ نے دو سال بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پہلے ہی وہ نشست سنبھال لی تھی۔

"سپون؟" طلال نے ریئرویو مرر سے پہلے ہبہ کو اور پھر صفا کو دیکھا تھا جو ہمیشہ کی طرح منہ پھولائے بیٹھی تھی۔

"ہاں طلال بھائی یہ سب آپ کی سپون کہتے ہیں" مروہ نے صفا کو چڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں بھائی میں تو نہیں کہتی" وہ فوراً مکر گئی۔

"کہتی ہے یہ،بتائیں نا ہبہ باجی؟" مروہ نے توپوں کا رخ ہبہ کی جانب کیا تو وہ معمول کے مطابق پریشان ہو گئی،پریشان نظریں شیشے کے ذریعے طلال سے ملیں تو پلٹنا بھول گئیں،وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا،اسے سر جھکانا ہی مناسب لگا۔

"نہیں ہبہ باجی آپ بتائیں میں نہیں کہتی،اور جو تم مجھے موٹو کہتی ہو اس کا کیا؟" وہ ناراضی سے بولی،وہ دونوں اب آپس میں لڑنے لگیں تھیں تبھی گاڑی کے سپیکرز سے گلوکار کی خوبصورت آواز گونجنے لگی۔

کبھی ایسا بھی ہو

روبرو تم بیٹھو

ہماری آنکھوں سے

ذرا خود کو دیکھو

ہبہ کی نگاہیں ایک بار پھر شیشے سے طلال سے ملیں اس بار وہ نظریں پھیر نہیں سکی۔

کبھی ایسا بھی ہو

روبرو تم بیٹھو

ہمارے دل کی لگی

لگے تیرے دل کو

اس کی نگاہوں میں دکھنے والے محبت کے چمچماتے دیے وہ زیادہ دیر نہ دیکھ سکی اور ایک بار پھر رخ موڑ گئی۔ طلال نے زیرِ لب "ہائے" کہا تھا۔ اس کی یہ معصومانہ سی بے رخی دیکھتے دیکھتے ان کا سفر مکمل ہو گیا تھا اور وہ اپنے منزل پر پہنچ چکے تھے۔ طلال نے ایک بار اسے دیکھنے کی جسارت کی تھی مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ مایوس ہو کر اس نے اپنا سارا دھیان پارکنگ میں لگا دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

دونوں گاڑیاں لگ بھگ ساتھ ساتھ ٹکسالی گیٹ پہنچی تھیں۔ انہیں گاڑی سے اترتا دیکھ مختلف بیرے بھاگ بھاگ کر ان کی جانب لپکنے لگے، طلال سب کو معذرت کرتا آگے بڑھتا جا رہا تھا، باقی سب اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

"طلال بھائی ہم کہاں ناشتہ کریں گے یہاں تو کتنی ساری شاپس ہیں" ناشتے کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے صفا کا جی للچانے لگا تھا۔

ٹکسالی گیٹ کا اصل دروازہ تو وقت کے ہاتھوں کب کا مٹ چکا تھا، مگر اس کا نام اور اس کی رونق آج بھی اتنی ہی زندہ تھی۔ گلی میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ناک تک پہنچنے والی مہک نے استقبال کیا، دیسی گھی میں تلتی پوریوں کی، پائے کے شوربے میں پکتے مصالحوں کی، اور تازہ حلوے کی مٹھاس بھری بھاپ کی یوں پھیلی تھی جیسے کسی شاہی دعوت کا انتظام کیا گیا ہو۔

"ارے صفا صبر تو کرو آج میں آپ کو لاہور کے فینس "پھجے کے پائے" کھلاؤں گا۔" طلال نے مسکرا کر صفا کو کہا تھا مگر اس کے جملے پر دو نفوس کے چلتے قدم اور دھڑکتے دل چند پل کو رکے تھے، نظریں ملی تھیں پھر سرد مہری سے پھیر لی گئیں تھیں۔

"اوہ واؤ رئیلی؟" وہ خوشی سے چلائی۔

"بالکل۔" طلال نے اسی کے انداز میں سر اثبات میں ہلایا تھا۔

اب وہ فضل دین پھجا سری پائے کی دکان کے اندر بیٹھے تھے۔ صفا کے سوالات تھے کہ ختم ہونے کو نہیں آ رہے تھے باقی سب بس موٹو اور اس کے کھانے کے ساتھ مجنوں جیسے محبت کی داستان کی آخری حد ناپنے کے چکر میں تھے۔

"سب پائے کھالیں گے نا؟" طلال نے سب کو ایک نظر دیکھتے پوچھا تھا۔

"نہیں میں اور ہبہ باجی نان چنے کھائیں گے" مروہ نے اپنی ڈیرانج کی الگ مسجد بنائی۔ ہبہ نے بھی مسکینیت سے سب کو دیکھا اس کی بڑی مشکل مروہ نے دور کی تھی، وہ بچپن سے پائے نہیں کھاتی تھی مگر مارے ہچکچاہٹ کے کہہ نہیں پا رہی تھی تبھی مروہ نے پوچھ لیا تھا۔ اور اس کی مشکل آسان ہوئی تھی۔

"جب سب پائے کھا رہے ہیں تو آپ دونوں کو کیا مسئلہ ہے؟" عماد نے دونوں کو گھورا۔

"بس ہمیں نہیں پائے کھانے وہ چِپ چِپ کرتے ہیں" مروہ نے منہ پھلا کر کہا تھا اس کے انداز پر عماد ہنس پڑا تھا۔

"باقی سب تو پائے کھائیں گے نا؟" اس نے ایک بار پھر سب کو دیکھا، جبھی اس کی نگاہ فروہ پر ٹکی،

"فروہ؟" وہ جو ریسٹورنٹ کے در و دیوار میں کھوئی کسی پرانی خوبصورت یاد میں دنیا بسائے بیٹھی تھی، طلال کی آواز اسے واپس دنیا میں لائی اور وہ یوں سب کو دیکھنے لگی جیسے جانے کتنے عرصے کے بعد گہری نیند سے جاگی ہو۔

"کیا ہوا؟" وہ معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"بھائی پوچھ رہے ہیں آپ پائے کھالیں گی نا؟" صفا نے پوچھا تھا۔

"ام۔۔ہاں اوکے" اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔ایک چور نگاہ اپنے بالکل سامنے بیٹھے ستمگر پر ڈالی تھی جس کے چہرے سے کہیں نہیں لگتا تھا کہ وہ بھی اس کی طرح کسی پرانی یاد کے زیرِ اثر ہو، وہ تو ہر چیز سے بے گانہ لگتا تھا۔ فروہ نے مایوس نظریں واپس اپنے فون پر مرکوز کر دی تھیں۔

☆☆☆☆☆

ناشتہ کرنے کے بعد وہ لوگ دہلی گیٹ کی جانب پیدل چل دیے تھے، ہبہ، فروہ اور عدیل پہلی بار اندرون آئے تھے جبکہ باقی سب پہلے بھی آ چکے تھے

دہلی گیٹ کے قریب پہنچتے ہی وقت جیسے پیچھے مڑ جاتا تھا۔ اونچی، پرانی اینٹوں سے بنی دیواریں، جن پر برسوں کی دھوپ اور بارش نے ایک مدھم، مٹیالا سا رنگ چڑھا دیا تھا، صدیوں کی کہانیاں اپنے اندر سموئے کھڑی تھیں۔ گیٹ کی محرابی شکل، جو مغلیہ طرزِ تعمیر کی گواہی دیتی، آنے جانے والوں پر ایک عجیب سا رعب طاری کر دیتی۔

اندر داخل ہوتے ہی گلیوں کی تنگی اور بھیڑ ایک ساتھ محسوس ہوتی۔ ریڑھی بانوں کی آوازیں، مصالحوں اور تلی ہوئی چیزوں کی مہک، اور موٹر سائیکلوں کے ہارن، سب مل کر ایک ایسا شور بناتے جو صرف اندرونِ لاہور میں ہی سنا جا سکتا

ہے۔ سر اٹھا کر دیکھو تو پرانی حویلیوں کی جھروکے دار کھڑکیاں، لکڑی کی نقش و نگار والی بالکونیاں، ایک دوسرے کے اتنے قریب کہ لگتا جیسے آسمان بھی تنگ ہو گیا ہو۔

بجلی کی تاروں کا ایک جال گلیوں کے اوپر سے یوں گزر رہا تھا جیسے کسی نے جان بوجھ کر پرانے اور نئے وقت کو آپس میں الجھا دیا ہو۔ زمین پر بچھی پرانی اینٹیں، جو نسلوں کے قدموں تلے چکنی ہو چکی تھیں، ہر قدم پر ایک مانوس سی کھڑکھڑاہٹ پیدا کرتیں۔ دہلی گیٹ کے عین قریب، مسجد وزیر خان کے میناروں کی جھلک نظر آنے لگتی، جیسے وہ خاموشی سے پوری بستی کی نگہبانی کر رہی ہو۔

یہاں وقت رکا ہوا محسوس نہیں ہوتا، بلکہ ایک ایسی تال میں چلتا ہے جو صرف پرانے شہروں کو نصیب ہوتی ہے، تیز بھی، اور صدیوں پرانی بھی۔

وہ سب گنگ ہو کر یہ سارے منظر دیکھ رہے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سب بھی کسی مغلیہ دور کا حصہ ہوں کیونکہ یہاں کی ہر چیز جتنی صدیوں پرانی تھیں، ان کا اثر اب بھی ایسا تھا جیسے وہ مغلیہ دور میں آ گئے ہوں اور ابھی باندیاں اور کنیزیں مغل شہزادیوں کے ہمراہ ان چھوٹے چھوٹے بازاروں سے ہوتی گزریں گی۔

ہبہ نے مروہ کو وہاں سے گزرتے پرانے طرز کی بنی گاڑی کی جانب اشارہ کیا، جہاں دولہا دولہن بیٹھے گزر رہے تھے اور ان کے آگے پیچھے دو جیپ تھیں جو ان کے شوٹ کر رہے تھے، یوں لگتا تھا جیسے وہ بھی اسی منظر کا حصہ ہوں، ایک خوبصورت، مکمل حصہ۔

ZOHA ASIF

وہ دونوں مسکراتے ہوئے ان کا شوٹ دیکھ رہی تھیں جب یک دم عماد ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے سنجیدگی سے دونوں لڑکیوں کو گھورتا ہوا۔

ان کے نا سمجھی سے دیکھنے پر عماد نے تھوڑا دائیں جانب کھسکا، جہاں باقی کا ٹولہ ان سے کافی آگے نکل چکا تھا۔ وہ دونوں شوٹ دیکھنے کے چکر میں سب سے پیچھے رہ گئی تھیں۔

اب ان سب کا رخ مسجد وزیر خان کی جانب تھا، خوبصورتی اور حسن سے مالا مال مسجد۔ جیسے ہی وہ دہلی گیٹ سے تھوڑا آگے بڑھے انہیں فضا میں ایک خاموش سی تبدیلی محسوس ہوئی، جیسے شور آہستہ آہستہ عقیدت میں ڈھلنے لگا ہو۔ دور سے ہی مسجد کے میناروں کی جھلک نظر آنے لگتی، آسمان کو چھوتے، اپنی نیلگوں اور فیروزی کاشی کاری کے ساتھ، جو دھوپ پڑنے پر یوں چمکتی جیسے کسی نے آسمان کا ایک ٹکڑا زمین پر اتار دیا ہو۔

مسجد کے صحن میں داخل ہوتے ہی وسعت کا ایک عجیب احساس گھیر لیتا۔ فرش پر بچھی سرخ اینٹیں، برسوں کے قدموں سے چکنی ہو چکی تھیں، اور ان پر دھوپ کی گرمی ہلکی ہلکی محسوس ہوتی۔ دیواروں پر نقش و نگار، پھول بوٹے، اور خطاطی کے نمونے، ہر انچ پر کسی فنکار کے صبر اور محبت کی گواہی دیتے۔ رنگ برنگی ٹائلوں پر سبز، نیلا اور فیروزی رنگ اس طرح گُندھے تھے کہ نظر ایک جگہ ٹھہرتی ہی نہ تھی۔

مینار کے دہانے سے کبوتر اڑتے، اور ان کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ خاموشی میں گونجتی۔ کہیں کہیں سایہ دار برآمدوں میں بزرگ بیٹھے تسبیح پڑھ رہے ہوتے، ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلتے، جیسے صدیوں کی عبادت کا تسلسل ابھی تک قائم ہو۔

مسجد کا بڑا گنبد، اپنی شان اور رعب کے ساتھ، پوری بستی پر یوں چھایا ہوتا جیسے صدیوں سے اس علاقے کا محافظ ہو۔ اذان کی آواز جب فضا میں بلند ہوتی، تو ٹکسالی گیٹ کی گہما گہمی بھی چند لمحوں کے لیے تھم سی جاتی، جیسے پوری بستی نے سانس روک کر اس آواز کو سننا ضروری سمجھ لیا ہو۔

ناشتے کے بعد دہلی گیٹ گھومتے گھومتے نمازِ ظہر کا وقت ہو چکا تھا، مسجد میں اب رش بڑھنے لگا تھا مرد حضرات مردانہ وضو خانے میں گھس گئے تھے جبکہ خواتین وضو کر کے ہی نکلی تھیں اس لئے وہ جماعت سے پہلے مسجد کے باہر موجود

مختلف پینٹنگز کا جائزہ لیا تھا، وہ سب بلاشبہ بہت زیادہ دلنشین تھیں، انہیں آج اندازہ ہوا تھا کہ پاکستان میں کتنا ٹیلنٹ ہے۔

آن کی آن انہوں نے مسجد میں نمازِ ظہر ادا کی اور پھر تھوڑی دیر کے لئے آرام کی غرض سے مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے، سامنے موجود مشہور نان والے کے نان کھائے، ان کا ارادہ کچھ دیر یہاں ٹہل کر پھر آگے روانہ ہونے کا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ لوگ ابھی نان کھاتے ہوئے وزیر خان مسجد کے داخلی حصے میں سیڑھیوں کی دیوار پر بیٹھے تھے، ایک دوسرے سے خوش گپیاں لگاتے، ہنستے ہنساتے ہوئے۔ ان سے چند قدم دور کھڑا طلال کب سے ان بے فکرے، زندگی سے بھرپور انسانوں کو دیکھ رہا تھا، جن کے چہروں پر معصومیت اور دلوں میں خوشیاں تھیں (بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا)۔

ایسے ہی انہیں دیکھتے اور اپنی نوجوانی، بے فکری کے دن یاد کرتے اس کی نظر ان سب کے ساتھ باتیں کرتی ہبہ پر گئی، جسے دیکھ کر لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہ پہلے دن والی ہبہ تھی جو ان کے انٹرویو کرنے پر ایسے ہلکان ہوئی بیٹھی تھی۔

اسی لمحے وہ صفا کی کسی بات پر ہنسی تھی، مگر اس کی ہنسی سے سامنے کھڑے محویت سے اسے تکتے مرد کو لگا جیسے اس کی پوری دنیا میں وہ خوبصورت ہنسی گونجنے لگی ہے، اس کی مسکان تھی ہی اتنی خوبصورت، اس ہنسی کی کھنک سے اس کا پورا وجود سرشار ہونے لگا تھا، وہ مسکراتا ہوا اسے تک رہا تھا، دنیا و مافیہا سے بے خبر۔۔ بس اسے محبت سے دیکھنے میں مگن۔

ZOHA ASIF

"بھائی خیر تو ہے؟" عماد نے اس کی چوری پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم۔۔" وہ جیسے کسی حسین خواب سے بیدار ہوا تھا۔

"یہ آپ ہبہ باجی کو کیوں تک رہے تھے؟" اس کے سوال پر وہ جی بھر کر بدمزہ ہوا تھا۔

"عماد؟" اس نے بڑی محبت سے بھائی کا نام لیا تھا، وہ بیچارہ بھی حیران سے زیادہ پریشان ہوتا اسے دیکھنے لگا تھا۔

"جی بھائی؟ کیا ہوا؟ ایسے پیار سے نہ بلائیں میں حاضر، میری جان حاضر" عماد نے جذباتی ہوتے کہا۔

"یہی مسئلہ ہے" طلال نے لمبا سانس خارج کرتے کہا تھا۔ اور نظریں ہبہ پر سے ہٹائی تھیں۔

"کیا مسئلہ بھائی؟" وہ اسے الجھن سے دیکھنے لگا۔

"تمہاری ہر جگہ بے وقت کی حاضری کا مسئلہ عماد، ہمیشہ تم وہاں کیوں پہنچتے ہو جہاں میں۔۔۔" وہ دانت پیستے کچھ کہتا کہتا رکا۔

عماد نے پورے دھیان سے سنتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"میں کیا؟" عماد نے اس کی جانب دیکھا۔

"کچھ نہیں" وہ منہ بسورتا کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا، عماد نے نا سمجھی سے کندھے اچکا دیے تھے۔

☆☆☆☆☆

اندرونِ لاہور کی شاہی گزر گاہ پر چلتے چلتے، دور سے ہی قلعے کی سرخ فصیلیں نظر آنے لگتیں، اونچی اور مضبوط، جیسے صدیوں سے کسی امانت کی محافظ ہوں۔ عالمگیری دروازے کے قریب پہنچتے ہی اس کی وسعت اور بلندی دل میں ایک عجیب سا رعب پیدا کر دیتی، اتنا اونچا اور کشادہ کہ کبھی ہاتھی بھی اسی راستے سے قلعے میں داخل ہوا کرتے تھے۔

دروازے سے گزر کر اندر قدم رکھتے ہی وقت جیسے کئی صدیاں پیچھے چلا جاتا۔ چوکور صحن، ارد گرد اونچے محرابی برآمدے، اور ان پر کندہ نازک نقش و نگار، ہر طرف مغلیہ فنِ تعمیر کی وہ عظمت جھلکتی جو الفاظ میں بیان کرنا مشکل تھا۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپری منزل کی جانب بڑھو تو دیوانِ عام کا کھلا برآمدہ سامنے آ جاتا، جہاں کبھی بادشاہ عوام کی فریادیں سنا کرتے تھے، ستونوں کی قطاریں آج بھی اسی نظم و ضبط سے کھڑی، ماضی کی شان و شوکت کی گواہی دیتیں۔

تھوڑا آگے بڑھو تو شیش محل کا در آجاتا، جس کی دیواروں اور چھت پر جڑے ننھے ننھے آئینے، دھوپ کی ہلکی سی کرن پڑتے ہی ہزار رنگ بکھیر دیتے، جیسے کسی نے تاروں بھری رات کو دن میں قید کر لیا ہو۔ صحن کے سرسبز لان، قطار در قطار درخت، اور ان کے سائے میں بیٹھے سیاح، سب مل کر ایک ایسی فضا بناتے جہاں سکون اور تاریخ ایک ساتھ سانس لیتے۔

وہ بھی اس وقت شاہی قلعہ کے صحن میں بیٹھے تھے، دائرے کی صورت نرم ملائم گھاس پر بیٹھے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف۔

"ہائے کتنی خوبصورت ہے یہ جگہ۔۔کاش میں بھی مغلیہ دور کی شہزادی ہوتی" صفا نے لمبی آہ بھر کر کہا تھا۔۔

"تم مغلیہ دور کی شہزادی ہوتی تو عوام کا بڑا نقصان ہوتا صفا" عماد نے اسے شرارت سے دیکھا تھا باقی سبھی نے اس کی بات کا مطلب سمجھ کر ہنسی دبائی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا عماد بھائی؟" وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ عوام کا راشن بھی شہزادی صفا نے ہی کھا جانا تھا" اس کی بات پر قہقہوں کے فوارے چھوٹے تھے

"بہت برے ہیں آپ عماد بھائی" وہ ناراض ہوئی۔

"اور اگر میں ہوتی تو؟" مروہ نے اشتیاق سے پوچھا تھا

"تو۔۔مغلیہ دور میں بھی انگریزوں کے مقابلے یونیورسٹیاں بنتی دکھائی دیتیں" عدیل نے جھٹ سے کہا تھا۔ اتنے صحیح جواب پر مروہ سمیت سبھی ہنس دیے تھے۔

"اہم۔۔اہم۔۔" فروہ نے گلہ کھنکارا۔

"اگر فروہ ہوتی تو۔۔" عدیل سوچ میں پڑا۔ جبکہ عماد خاموش تھا۔ اس سب گفتگو میں ہبہ اور طلال خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے تھے۔

"تو غلاموں کی بلی دی جاتی روز روز۔۔ اتنا جو میڈم جذباتی ہیں، ذرا سی بات پر سر قلم کروا دیتی، تم نے میرا لباس صحیح نہیں دھویا، تم نے شاہی دستر خوان میں مجھے نوڈلز نہیں بنا کر دیے، تم نے۔۔" عدیل اور بھی بولتا رہتا اگر فروہ سے پڑنے والی زبردست گھوری اسے خوفزدہ نہ کرتی۔۔

"ہاں ہاں بولو۔۔ اور اگر تم ہوتے شہزادے تو بتاؤں کیا ہوتا؟" وہ غصے سے گھورتے بولی۔

"کیا؟ سب باندیاں لائن میں لگی رہتیں شہزادے کی خدمت کرنے میں" وہ مصنوعی کالر جھاڑتے ہوئے ایسے شاہانہ انداز میں کہنے لگا جیسے واقعی ہی کسی عظیم سلطنت کا شہزادہ ہو۔

"جی نہیں، باندیاں بار بار پانی لا کر پلاتی آپ کو، اور آپ کی پیٹھ پیچھے گالیاں دیتیں" مروہ نے کلس کر کہا تھا۔

"اس کا مطلب تم بھی دیتی ہو؟ کیونکہ یہ تمہارا منہ بولا بھائی ہر دو منٹ میں تمہیں بھی یہی حکم جاری کرتا ہے" عماد ہنستے ہوئے بولا تھا۔

جس پر باقی سب ہنس پڑے سوائے مروہ کے۔

"اور تیرا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" عدیل نے عماد کو دیکھا۔

"ہم تو۔۔" وہ کچھ کہنے لگا تھا جب طلال نے پہلی بار اس گفتگو میں حصہ لیا۔

"اس شہزادے کو روز استبل کے گھوڑے نہلانے کی سزا ملتی" طلال کے کہنے پر سب ہنس پڑے۔

"کیوں بھئی؟" وہ اپنی شان کے خلاف کوئی بات کیسے سن سکتا تھا؟

"کیونکہ شہزادے عماد ہمیشہ راجا اور رانی کے مکالمے سننے کی کوشش میں جو جتے ہوتے" اس کے طنزیہ لہجے میں کہے گئے جملے کی سمجھ سب کو آگئی تھی مگر مصلحت کے تحت خاموشی سے دیکھنے لگے۔

اسے کچھ غلط ہو جانے کا احساس ہوا۔۔ایک نظر ہبہ کو دیکھا جس نے نروس ہو کر منہ پھیرا۔پھر باری آئی ایک ایک آفت کے باشندے کو دیکھنے کی۔۔اور بس۔۔۔

اس سے کہیں بہتر تھا کہ طلال بخاری واقعی مغل سلطنت کا شہزادہ ہوتا اور کسی جنگ میں شہید ہو جاتا مگر ایسے اپنے منہ سے راز کی بات آفت گینگ کے سامنے نہ کہتا۔۔

وہ چپ چاپ اٹھا اور پانی کی بوٹلز لینے کے بہانے وہاں سے غائب ہو گیا، اس کے جاتے ہی ان سب کے فلک شغاف قہقہے گونجے تھے۔

☆☆☆☆☆

دن کا اجالا رفتہ رفتہ شام کے سایے میں تبدیل ہوا تھا، وہ لوگ قلعہ گھومتے گھومتے تھک گئے تو اب بادشاہی مسجد کا رخ کیا تھا، سرمئی رنگ کے آسمان اور اس پر چمکتے خوبصورت ننھے ننھے تاروں کی وجہ سے پورے سفر کی تھکاوٹ جیسے مانند پڑ گئی تھی۔ سفید سنگِ مرمر کے گنبد، جو دن میں چمکتے تھے، اب اس ملائم سرمئی روشنی میں ایک نرم، خوابیدہ سی چمک اوڑھے ہوئے تھے۔

ZOHA ASIF

مینار، جو دن میں سفید دھوپ میں کھڑے تھے، اب شام کے دھندلکے میں کچھ اور پراسرار، کچھ اور پروقار دکھائی دے رہے تھے۔ان کے مسجد میں داخل ہوتے ہی مغرب کی اذان بلند ہوئی تھی، یوں لگا جیسے وقت کی سوئیاں ساکت ہو گئیں ہوں، پورا صحن جیسے اس اذان کے خوبصورت کلمات کے ساتھ گونجنے لگا تھا، وہ سب جہاں کھڑے تھے وہیں

رک گئے، مؤذن کی آواز اتنی دلسوز تھی کہ جب تک اذان مکمل نہیں ہوئی وہ خاموشی سے ایک جگہ بیٹھے وہی سنتے رہے۔ جیسے ہی نمازیوں کا رش بڑھا، مرد مردانہ حصے جبکہ خواتین زنانہ حصے کی جانب بڑھ گئے تھے۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ واپس صحن کے ایک پر سکون حصے میں اکٹھے ہوئے تھے۔ وہ ابھی نیچے ٹھنڈے فرش پر بیٹھے ہی تھے کہ صفا کی ناک پر ننھا سا قطرہ گرا، اس نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا، اس کے دیکھنے پر سب نے اس کی تقلید کی۔ آسمان سیاہ بادلوں سے بھرا ہوا تھا، اس نے شرارتی مسکان سے سب کو دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتے، ان سب کو جسم کے کسی نہ کسی حصے پر یونہی بارش کی بوچھار محسوس ہوئی۔

ان کے دلوں کی خوشی سے بادل بھی جھوم اٹھے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے گھن گرج کے ساتھ برسنا شروع ہو گئے تھے۔

وہ لوگ بھاگ کر صحن سے برآمدے میں آ گئے تھے، تینوں لڑکیاں بارش کی ایستھیٹک ویڈیوز بناتیں بہت خوش دکھائی دے رہی تھیں، بارش کا حسین موسم اور بادشاہی مسجد کے صحن کا منظر۔ عماد کی نگاہ جیسے فروہ کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی، اپنا پورا دھیان وڈیو بنانے میں رکھتے ہوئے وہ جیسے اس دنیا سے الگ اپنی ہی کسی دنیا میں محو تھی، اور عماد بھی اسی کی دنیا میں گم تھا۔

کرنا نہیں تھا عشق روانی میں ہو گیا

خانہ خراب عین جوانی میں ہو گیا

یہ کیسے ممکن تھا کہ حل نکل آتا دل کی ویرانی کا

وہ میرا عشق تھا اور عشق بھی عین جوانی کا

اپنے چہرے پر نظروں کا حصار محسوس کر کے اس نے غیر محسوس انداز میں کان کھجاتے ہوئے چہرہ موڑ کر دائیں جانب دیکھا مگر وہاں پہلے ہی عدیل کو خود کو گھورتا پا کر چہرے کا رنگ فق سے اڑا تھا۔

"ابے۔۔رک تو" وہ اس کے خونخوار تیور دیکھ کر بھاگا تھا۔اور عدیل اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

ان تینوں نے حیرت سے عماد اور عدیل کو دیکھا تھا،اور پھر بارش کے ساتھ ان دو انسانوں کی بھی ویڈیوز بنانے لگی تھیں

بادشاہی مسجد کے صحن میں تیز بارش میں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے وہ لاابالی بچے ہی معلوم ہو رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

وہ بارش سے بچنے کے لئے ایک کونے پر آگئی تھی،بارش اور بارش میں خوشی سے کھیلتیں صفا مروہ اور فروہ کو مسکرا کر دیکھتی یک لخت اس کی نظر اپنے بالکل سیدھ میں سجدے میں گرے مرد پر پڑی تھی،جس نے سیاہ شلوار قمیض پہن رکھی تھی،اس کے بالکل پاس ایک ہلکے بھورے رنگ کی شال رکھی ہوئی تھی۔وہ یقیناً طلال تھا،فرض نماز تو کب کی ہو چکی تھی پھر شاید وہ سنتیں پڑھ رہا تھا۔

برستی بارش،بادشاہی مسجد کا صحن،اور سجدے میں گرا طلال بخاری۔

وہ منظر اتنا مکمل،اتنا خوبصورت تھا کہ ہبہ نظریں نہیں ہٹا سکی۔

اسی لمحے وہ اٹھ کر تشہد میں بیٹھا تھا،اسے ایک پل کو طلال سے ہوئی وہ ملاقات یاد آئی جب طلال نے اسے بتایا تھا کہ اسے یاد نہیں اس نے آخری بار نماز کب ادا کی تھی،اور ایک آج کی رات تھی جب وہ اسے اپنے سامنے نماز پڑھتا دیکھ رہی تھی،وہ ابھی ایسی لگن سے کہ اسے بارش کا بھی ہوش نہیں تھا۔

کبھی کبھی آپ کی کی گئیں اچھی نصیحتیں آپ کے لئے عمر بھر کا صدقہِ جاریہ بن جاتی ہیں۔

اس نے نم آنکھوں سے مسکرا کر طلال کو دیکھا تھا ٹھیک اسی لمحے اس نے سلام پھیر کر اس جانب دیکھا تھا۔ہبہ کا دل مانو اتنی زور سے دھڑکا کہ وہ فوراً جس ستون کے ساتھ کھڑی تھی اس کے پیچھے چھپ گئی،کہیں بھولے سے بھی طلال کو معلوم نہ ہو جائے کہ وہ اسے نماز پڑھتا دیکھ رہی تھی۔

کئی لمحے یونہی بیت گئے، پھر اس نے ایک پل کو یقین دہانی کے لئے دیکھا تھا، اب طلال وہاں نہیں تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا تھا، مگر پھر اپنے بالکل پیچھے کسی کے موجود ہونے کو محسوس کر کے وہ پلٹی تھی، اور طلال بخاری سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"کیا مجھے ڈھونڈ رہی تھیں؟" مسکرا کر پوچھے گئے سوال پر ہبہ نروس ہوئی۔

کیا اس کی چوری پکڑی گئی تھی؟

"نہ۔۔ نہیں تو؟" وہ صاف مکر گئی۔

"اچھا" وہ سمجھتے ہوئے سر ہلانے لگا۔

بارش میں بھیگنے کے باعث اس کا کسرتی جسم اور بھی نمایاں ہو رہا تھا۔ اس نے نظریں پھیر لیں۔

"چلیں؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔ ہبہ نے سر ہلا دیا۔

بارش اب کافی ہلکی ہو چکی تھی۔ طلال نے اس کے سر کے اوپر اپنی شال کی تھی تاکہ ہبہ پر بارش کے قطرے نہ گریں۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ ہم قدم چلتی آفت گینگ تک پہنچی تھی۔

اور آفت گینگ؟ ان کے لئے یہ منظر ٹائٹینک سے کم تھوڑی تھا؟

وہ سب گم سم ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

جب طلال نے انہیں چٹکی بجا کر واپس ہوش کی دنیا میں آنے کی دعوت دی تھی۔

"چلیں؟" وہ اب ان سب سے مخاتب تھا، جو گوں مگوں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے تھے۔

☆☆☆☆☆

یہ منظر اندرون لاہور کے اندر بنی فوڈ سٹریٹ کے سب سے مشہور ریسٹورنٹ کا تھا، حویلی کا۔

وہ سب اس وقت عین اس ٹیبل پر بیٹھے تھے جہاں سے پیچھے بادشاہی مسجد کے منار دکھتے ہیں۔ سب لڑکیوں کا فوٹو شوٹ نہیں ختم ہو رہا تھا، آلریڈی رات کے دس بج چکے تھے اور انہیں گھر بھی جانا تھا۔

"کیا کھانے کا موڈ ہے عماد؟" مینیو دیکھتے ہوئے طلال اس سے پوچھ رہا تھا۔

"میں بتاؤں بھائی؟" کھانے کا نام سن کر صفا تصویریں چھوڑ کر کرسی پر آ بیٹھی تھی۔ اس کے آتے باقی تینوں نے بھی اپنی نشست سنبھالی تھی۔ طلال کا عماد سے پوچھنے کا مقصد پورا ہوا تھا۔

آرڈر دے کر اب وہ سب باتوں میں مشغول ہوئے تھے۔

"ویسے بھائی آپ نے بالکل ٹھیک کیا ہے مس ہما کو نکال کر" عماد کی بات پر پانی پیتی ہبہ کو اچھو لگا۔ اس نے حیرت سے طلال کو دیکھا۔

"ان کی بدتمیزی کے بعد وہ یہی ڈیسرو کرتی تھیں" اس نے عام سے لہجے میں کہا مگر ہبہ بے یقین ہو گئی، تو کیا اس نے ہما کو صرف اس لئے نوکری سے نکال دیا کیونکہ اس نے اس کے کردار پر بات کی تھی؟

"ہاں بھائی اور آپ کو معلوم ہے انہوں نے پہلے بھی ہبہ باجی سے بدتمیزی کی تھی مگر انہوں نے کسی سے شئیر نہیں کیا" مروہ نے طلال کو کہا، جبکہ طلال نے افسوس سے ہبہ کو دیکھا تھا، اس کی کسی نصیحت کا اس محترمہ پر اثر نہیں ہوتا تھا۔

"انسان کے لئے سب سے ضروری کیا ہوتا ہے؟" طلال نے لب کاٹتی ہبہ کو نظر انداز کر کے مروہ اور صفا کو مخاتب کیا تھا۔ عماد نے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھ دیے تھے جیسے اب جو ہونے والا تھا وہ اسے بہت لطف دینے والا تھا۔

"اس کی عزت" مروہ اور صفا دونوں ایک ساتھ بولی تھیں۔ یہ طلال کا ہی سکھایا ہوا سبق تھا جو انہیں یوں رٹا ہوا تھا۔

"اور لڑکیوں کے لئے سب سے زیادہ ضروری کیا ہوتا ہے؟" طلال نے اب ہبہ کے بے چین چہرے سے نظریں ہٹا کر مروہ اور صفا کو دیکھا تھا۔

"ان کی عزت" وہ دونوں مسکرا کر بولیں۔

"اور اگر کوئی آپ کی بے عزتی کرے تو کیا کرنا چاہیے؟" وہ مسکرا کر ان دونوں سے پوچھ رہا تھا۔ ہبہ اور فروہ حیران ہو کر ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں یہ ان کی کوئی نئی شخصیت تھی جس سے وہ آج مل رہی تھیں۔

"اس بے عزتی کا منہ توڑ جواب دینا چاہیے" جواب فوراً آیا تھا۔

"اور اگر بات کردار پر کی جائے تو؟" طلال کی نگاہیں اب صفا اور مروہ سے پلٹ کر واپس ہبہ کی جانب اٹھیں تھیں۔

"اپنے کردار پر کوئی بھی بات کبھی کبھی برداشت نہیں کرنی ہے۔" صفا نے کہا تھا۔

"تہذیب اور تمیز کے دائرے میں رہتے ہوئے انہیں اس حرکت کا جواب دینا ہے کیونکہ اگر ہم بھی غصے میں آکر، انہی کی طرح نچلے درجے کے جوابات دیں گے تو ہم ان کے لیول پر گر جائیں گے، جو ہمیں نہیں کرنا۔" مروہ کے تفصیل سے دیے گئے جواب پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"کچھ سمجھیں ہبہ باجی؟" اب عماد نے اس سے پوچھا تھا، اس نے دھیرے سے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

وہ بھی مسکرا دیا تھا، ہما کی بدتمیزی وہ کل رات ہی طلال کو بتا چکا تھا۔ اس بات کے بعد وہ ہما کو نوکری سے نکال چکا تھا، اس کے لئے آفس میں جو ہوا وہ وجہ ہی کافی تھی، مگر عماد کے ذریعے گھر میں ہوئی تلخ کلامی سن کر کسی کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ اس لئے اس نے ای میل کے توسط سے اس کی تنخواہ کا حساب کلئیر کر کے اسے نکال دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ واپسی کے لئے نکلے تو جیسے دل اداس ہونے لگا، اتنا اچھا یادگار دن گزار کر اب واپس گھر کو جانے کا کسی کا بھی دل نہیں کر رہا تھا۔ اس بار وہ سب عماد کی گاڑی میں جبکہ ہبہ طلال کے ساتھ اس کی گاڑی میں تھی۔ کیونکہ دیر رات ہونے کے باعث طلال اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔

گاڑی میں غیر معمولی خاموشی تھی جو دونوں فریقین کے دل کو بے چین کیے ہوئی تھی۔

"تو گھر چینج کرنے کے لئے آپ نے کیسے منایا آنٹی انکل کو؟" اس نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"ایموشنل بلیک میلنگ" اس نے سادگی سے کہا۔ اس کے یوں کہنے پر طلال نے مڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔ آج ہمیشہ کی طرح بیک سیٹ پر بیٹھنے کے بجائے وہ فرنٹ پسینجر سیٹ میں بیٹھی تھی۔ (وہ بھی آفت گینگ کی کارستانی کی وجہ سے جنہوں نے اس سے منت کر کے کہا کہ وہ آگے بیٹھ جائے کیونکہ صفا کو پیچھے دونوں سیٹس پر سو کر جانا ہے مگر اس کے آگے بیٹھتے ہی وہ سب عماد کی گاڑی میں بیٹھ گئے، اسے اٹھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا موقع دیے بغیر طلال نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ اس لئے وہ اب منہ بسور کر چپ چاپ وہاں بیٹھی ہوئی تھی)

"آپ کو دیکھ کر ایسا لگتا نہیں آپ یہ کر سکتی ہیں" طلال نے مسکرا کر کہا تھا۔

"کیوں؟" اس کی جانب سے سوال آیا۔

"کیونکہ آپ بہت معصوم لگتی ہیں" اس نے پھر ایک بار اس کے چہرے کو دیکھتے کہا تھا۔

"ضروری نہیں جو جیسا لگتا ہو، وہ درحقیقت ویسا ہی ہو" اس کے عجیب سے لہجے میں کہی گئی بات پر طلال کے چہرے پر الجھن کے آثار واضح ہوئے۔

"کیا مطلب؟" یہ سوال طلال کی جانب سے تھا

"سمجھ آ جائے گا جلد" وہ دھیمے سے کہہ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے" تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد خاموش ماحول میں طلال کی آواز گونجی۔

"جی کہیں؟" ہبہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"وہ مس ہما۔۔" طلال نے کچھ کہنا چاہا۔

"مجھے اس بارے میں بات نہیں کرنی" ہبہ کی جانب سے دوٹوک جواب آیا تھا۔

"مگر میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو بھی انہوں نے آپ سے کہا وہ سب جھوٹ تھا۔ ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے" طلال نے اسے دیکھا۔

"اگر ہو بھی تو، مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ کو مجھے کچھ بھی کلئیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے" ہبہ نے سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہہ رہی تھی، کچھ تو نیا تھا اس کے لہجے میں جس کی طلال کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"مگر میں اگلی بات کرنے سے پہلے پچھلی تمام باتیں کلئیر کرنا چاہتا ہوں" طلال نے بھی سنجیدگی سے کہا تھا۔

"اگلی بات؟" وہ اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"جی۔۔" اس نے گلہ کھنکارا۔

"میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں مس نایاب" طلال نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر نظریں سامنے شیشے کی جانب مرکوز کر دیں، گیلی سڑک پر صرف اکا دکا گاڑیاں تھیں، گاڑی کی سپیڈ سلو ہونے کے باعث اس لانگ ڈرائیو کا مزہ دوبالا ہو گیا تھا۔

ہبہ نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"مجھے آپ پسند ہیں، اور میں آپ کو مزید جاننے کا خواہش مند ہوں" اس نے ہمت کر کے آج یہ جملہ مکمل کر ہی لیا تھا۔

شیشے سے نظریں ہٹا کر اس نے ایک پل کو ہبہ کو دیکھا تھا جس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ہبہ کا کھلا منہ دیکھ کر اس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی جا رہی تھی جس کا صاف مطلب تھا کہ وہ اس سے ایسی کسی بھی بات کی توقع ہرگز نہیں کر رہی تھی۔

جاری ہے۔

ZOHA ASIF